حقوق انسانی کے عالمی ڈیکلیریشن کے ساتھ اسی کمٹمنٹ کی پابندی کرانا چاہتے ہیں جو امریکہ نے کر رکھی ہے اور وہ اس کمٹمنٹ کا ساری دنیا کو پابند بنانے کے درپے ہیں۔ حالانکہ امریکی دانش ور اچھی طرح اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ

--- ○ سیکولرازم کا یہ تصور کہ دینی احکام کا ریاستی نظام اور قومی معاملات سے سرے سے کوئی تعلق نہ ہو اسلام اور مسلمانوں کے لیے قطعی طور پر قابل قبول نہیں ہے۔

--- ○ حقوق انسانی کے عالمگیر چارٹر کی متعدد دفعات مسلمانوں کے مسلمہ عقائد اور اسلامی احکام و قوانین سے متصادم ہیں۔

--- ○ حقوق انسانی کا یہ چارٹر نصف صدی قبل جب ترتیب دیا گیا تھا بیشتر مسلم ممالک ابھی آزاد نہیں ہوئے تھے اور مسلمان مجموعی طور پر اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ اس چارٹر میں اپنا نقطہ نظر شامل کرا سکتے اس لیے یہ چارٹر یکطرفہ اور جانبدارانہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود امریکہ اسی چارٹر کو پورے عالم اسلام پر مسلط کرنے پر تلا ہوا ہے اور اس کو حتمی معیار قرار دے کر اس کے خلاف اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کے عقائد و نظریات اور روایات و اقدار کو "کلیتاً" مسترد کر رہا ہے اور پھر اسے اس بات پر بھی اصرار ہے کہ اس کی اس مہم کو اسلام کے خلاف نہ سمجھا جائے اور امریکہ کو اسلام کا مخالف قرار نہ دیا جائے۔

جناب ولیم بی مائیلم نے جامع' رواوار اور جمہوری معاشرہ کی بات کی ہے اور وہ مسلم ممالک سے تقاضہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنے اندرونی دائروں میں ان تینوں اصولوں کی پابندی کریں لیکن عالمی دائرے میں جسے مسٹر کارل انڈر فرتھ نے "گلوبل مین سٹریم" سے تعبیر کیا ہے' یہی تین اصول امریکی راہ نماؤں کے لیے قابل قبول نہیں ہیں اور وہ نہ صرف مسلم ممالک بلکہ چین اور دیگر کئی ممالک کا بھی یہ حق تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اپنے عوام کی رائے کا احترام کریں اور اپنی قوم کے عقائد و روایات اور کلچر و تمدن کو ترجیح دیں۔ گویا ان ملکوں کے عوام کی رائے امریکی لیڈروں کے نزدیک "رائے عامہ" نہیں کہلاتی اور امریکی فلسفہ کی رو سے "رائے عامہ" کا اطلاق صرف اس پر ہوتا ہے جس سے مغرب کے کلچر اور فلسفہ کو تقویت حاصل ہوتی ہو اور مذہبی اقدار کی بجائے مذہب بیزار رجحانات کو فروغ ملتا ہو۔ ورنہ امریکہ اور یورپ کے ممالک کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ محض اپنی سیاسی' سائنسی اور معاشی بالادستی کے زور پر ایشیا اور افریقہ کے ممالک کو ان کے عوام کی رائے اور مرضی کے علی الرغم مغربی فکر و فلسفہ کو قبول کرنے پر مجبور کریں؟

اس لیے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سفیر محترم سے عرض ہے کہ حالات کا رخ بالکل واضح ہے کہ امریکہ صرف اپنے مفادات کے حصول اور اپنے فکر و فلسفہ اور کلچر کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہے' اسے نہ جمہوری روایات اور رائے عامہ سے کوئی غرض ہے' نہ دوسری قوموں کے مذہبی تشخص کا کوئی پاس ہے اور نہ ہی ان کے کلچر اور ثقافت کی بقا سے کوئی دل چسپی ہے حتی کہ اس کی جمہوریت پسندی اس کے مفادات اور خود غرضی کی اس حد تک اسیر اور پابند ہیں کہ کراچی میں اس کا فلسفہ و معیار اور ہوتا ہے اور اس سے صرف دو گھنٹے کی فضائی مسافت پر دوبئ میں اس کے نظریات اور افکار بالکل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس نوعیت کے معروضی حقائق کی روشنی میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ امریکہ خود کو واحد سپر پاور سمجھتے ہوئے "گلوبل مین سٹریم" کی قیادت اور کنٹرول سنبھالنے کے لیے بے چین ہے اور چونکہ اس کے راستہ میں نظریاتی اور ثقافتی طور پر اسلام ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر رکاوٹ ثابت ہو رہا ہے اس لیے وہ اسلام کو اپنا حریف سمجھتے ہوئے اسلامی تصورات کو دبانے' اسلامی بیداری کی تحریکات کو کچلنے اور مغربی ہٹ دھرمی اور ظلم و ناانصافی کے خلاف رد عمل کے طور پر ابھرنے والی قوتوں پر "دہشت گردی" کا لیبل چسپاں کر کے ان کی کردار کشی کی مہم چلانے میں مصروف ہے۔

آخر میں کچھ بات "دہشت گردی" کے حوالہ سے بھی ہو جائے کہ آخر امریکہ کے نزدیک اس کی تعریف کیا ہے؟ افغانستان کے حوالہ سے دیکھ لیں کہ وہی عمل افغان مجاہدین روس کے خلاف کریں تو امریکہ کے نزدیک یہ ان کا جہاد آزادی ہے اور اسی لہجے میں وہ امریکی مداخلت کو قبول کرنے سے انکار کریں تو وہ "دہشت گردی" قرار پا جائے۔ امریکی سفیر یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ طالبان نے اسامہ بن لادن کو پناہ دے رکھی ہے اس لیے وہ دہشت گرد ہیں اس لیے کہ اسامہ بن لادن کو امریکہ نے دہشت گرد قرار دیا ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ "دہشت گردی" کا کوئی معروف اصول اور قانون بھی ہے یا امریکہ ہی دنیا کا واحد معیار ہے کہ جسے امریکی حکومت دہشت گرد کہہ دے اس پر وحی آسمانی کی طرح ایمان لانا پوری نسل انسانی کے ذمہ فرض ہو جاتا ہے؟

جناب ولیم بی مائیلم سے بڑے ادب کے ساتھ ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر بالفرض کسی وقت کوئی بڑی قوت امریکہ میں اپنی فوجیں اتار کر اس کے تمام وسائل پر قبضہ کر لے اور امریکہ میں ایسی حکومت ہو جو وہاں کے عوام کو ووٹ اور رائے کا حق دینے سے صاف انکار کر رہی ہو اور اس شخصی آمریت اور قابض فوجی قوت کے درمیان گٹھ جوڑ کے خلاف آواز اٹھانے اور اپنی بات کہنے کا کوئی فورم موجود نہ رہا ہو' ایسے حالات میں اگر کوئی باغیرت امریکی شہری اسامہ بن لادن کی طرح تنگ آ کر غیر ملکی افواج کے تسلط سے اپنے وطن کو نجات دلانے کے لیے ہتھیار اٹھا لے تو کیا سفیر محترم اسے بھی "دہشت گرد" قرار دے دیں گے؟ اور آئندہ کیا' امریکہ تو ماضی میں اس مرحلہ سے گزر چکا ہے کہ برطانوی استعمار کے تسلط کے خلاف امریکی قوم نے اسی طرح ہتھیار بکف ہو کر آزادی کی جنگ لڑی تھی اور جناب ولیم بی مائیلم کو شاید یہ یاد دلانے کی ضرورت نہ ہو کہ امریکہ جس

طرح آزادی کی بات کر رہا ہے خود اس کی اپنی آزادی کے پیچھے اسامہ بن لادن طرز کے کئی "دہشت گرد" تاریخ کے جھروکوں سے جھانک رہے ہیں اور صرف برطانوی استعمار کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا عمل نہیں بلکہ افغانستان میں طالبان اور شمالی اتحاد کی باہمی جنگ کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ خوفناک خانہ جنگی بھی امریکی آزادی کی بنیادوں میں صاف دکھائی دے رہی ہیں۔ اس لیے اپنے لیے الگ اور دوسروں کے لیے الگ معیار قائم نہ کیجئے اور جن مراحل سے خود گزر کر اس مقام پر پہنچے ہیں دوسری قوموں کو ان مراحل سے گزرتے ہوئے ان پر پھبتیاں کس کر اور انہیں طعن و طنز کا نشانہ بنا کر خود اپنے ماضی کی نفی نہ کیجئے کہ یہ زندہ اور انصاف پسند قوموں اور افراد کا شیوہ نہیں ہوتا۔

ہم نے صرف دو حوالوں سے مختصر گفتگو کی ہے' ایک یہ کہ امریکہ کی موجودہ مہم جوئی واضح طور پر اسلام اور اسلامی فلسفہ و تہذیب کے خلاف ہے اور دوسرا یہ کہ جس جمہوریت اور انسانی حقوق کا پرچم امریکہ نے اٹھا رکھا ہے اس کے بارے میں امریکہ نے مختلف علاقوں اور ملکوں کے لیے الگ الگ معیار قائم کر رکھا ہے۔ اس لیے جناب ولیم بی مائیلم کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ امریکہ اسلام کا مخالف نہیں ہے اور ان کا یہ ارشاد بھی حقائق کے یکسر منافی ہے کہ امریکہ جمہوریت اور انسانی حقوق کے لیے سرگرم عمل ہے بلکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ امریکہ انتہائی خود غرضی کے ساتھ صرف اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہا ہے اور اس کے مفادات کی راہ میں اسلام' جمہوریت یا انسانی حقوق میں سے جو فلسفہ بھی رکاوٹ بنتا ہے وہ اسے روند کر آگے بڑھنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتا۔

---------- بقیہ : تعارف کتب ----------

اور اس کو اپنے خون سے از سر نو زندگی مہیا کرنے سے روکا تھا۔ نوجوان' باصلاحیت اور صاحب درد قلمکار محمد عمر فاروق نے اسی داستان کو نئی نسل کے لیے خوبصورت انداز میں مرتب کر دیا ہے۔ اور اس تحریک کے حالات و واقعات کو دستاویزی انداز میں پیش کر کے تاریخ کے ریکارڈ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ پونے تین سو صفحات کی یہ ایک مجلد اور خوبصورت کتاب مکتبہ احرار ۶۹ سی' حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور نے شائع کی ہے اور قیمت درج نہیں ہے۔

اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج

بھارت کے معروف مسلم دانش ور جناب اسرار عالم نے موجودہ دور کے معروضی حقائق کا تجزیہ کرتے ہوئے اکیسویں صدی کے متوقع عالمی سیٹ اپ میں اسلام کے کردار اور اس حوالہ سے ذہنوں میں ابھرنے والے شکوک و شبہات اور خدشات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ آنے والے دور میں اسلام ہی عالم انسانیت کی صحیح راہ نمائی اور قیادت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس فکر و فلسفہ کے تقاضوں اور اس کے لیے اہل علم و دانش کی ذمہ داریوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ گراں قدر مقالہ اصحاب علم و دانش کی خصوصی توجہ کا متقاضی ہے اور اسے "دانش بک ڈسٹی بیوٹرز 1739/3 نیو کوہ نور ہوٹل' پٹوڈی ہاؤس دریا گنج نیو دہلی 110002 سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

مولانا حافظ مہر محمد کے دو رسالے

اہل سنت کے معروف محقق مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی نے "حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت اور سبائیوں کے کرتوت" اور "اسلام اور شیعیت کا تقابلی جائزہ" کے عنوان سے دو رسالے شائع کیے ہیں جو اپنے موضوعات پر معلوماتی رسالے ہیں اور مصنف موصوف نے اس سلسلہ میں اہل سنت کے موقف کو واضح کرنے کے لیے خاصی محنت کی ہے۔ دونوں رسالوں کی مجموعی قیمت بیس روپے ہے اور مکتبہ عثمانیہ ڈھوک مستال میانوالی سے طلب کیے جا سکتے ہیں۔

اشک مسلمانان برما

برما کے صوبہ اراکان کے مظلوم مسلمان ایک عرصہ سے اپنے اسلامی تشخص کے تحفظ اور آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور اس خطہ کے معروف عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ پکتلی نے اس جدوجہد کے احوال اور تقاضوں پر اس رسالہ میں روشنی ڈالی ہے۔ برما کے مسلمانوں کے حالات' مظلومیت' جدوجہد اور قربانیوں کے بارے میں یہ معلوماتی رسالہ مکتبہ فیضیہ برمی کالونی ۳۶ جی لانڈھی کراچی سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد کے احکام اور فضائل پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہ العزیز کا معروف رسالہ جو پہلے بھی کئی بار چھپ چکا ہے' مبین ٹرسٹ پوسٹ بکس ۴۷۰ اسلام آباد ۴۴۰۰۰ نے نئی اور خوبصورت انداز میں دوبارہ شائع کیا ہے اور اسے ٹرسٹ کی طرف سے مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ مبین ٹرسٹ اپنی مطبوعات مفت تقسیم کرتا ہے البتہ بذریعہ ڈاک منگوانے کی صورت میں ڈاک خرچ منگوانے والے کے ذمہ ہوگا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

قربانی اور سنت نبویؐ

(۱) حضرت ابو سعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا اھل المدینة "اے مدینہ میں بسنے والو! قربانی کا گوشت تم تین دن کے بعد نہیں کھا سکتے۔" (مسلم جلد ۲ ص ۱۵۸ و مستدرک ۴ ۲۳۲)

یہ تین دن کی تخصیص صرف ایک سال ایک خاص اور معقول وجہ کی بنا پر تھی اور بعد کو اس سے زیادہ کی اجازت بھی مل گئی تھی۔ جیسا کہ انہی روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ (بخاری ص ۸۳۵)

(۳) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ہمیں عید کی نماز پڑھائی۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ بعض لوگوں نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں دوبارہ قربانی کرنا ہوگی۔ (مسلم جلد ۲ ص ۱۵۵)

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ میں کبھی اونٹ کی قربانی کی اور کبھی بھیڑ اور بکری کی۔ (سنن الکبریٰ ۹ ص ۲۷۲)

(۵) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے مدینہ طیبہ میں دو مینڈھے قربانی دیے۔ (بخاری ۱ ص ۲۳۱)

(۶) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں قربانی کے دنوں میں ایک کثیر تعداد قافلہ آیا تو آنحضرت ﷺ نے اعلان کیا کہ تین دن سے زائد گوشت اپنے گھروں میں نہیں رکھا جا سکتا باقی سب ان قافلہ والوں میں تقسیم کر دو۔ (موطا امام مالک ص ۱۸۸)

(۷) حضرت ابو زید انصاریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ انصار (مدینہ) کے گھروں میں سے ایک گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ آپ کو گوشت کی خوشبو محسوس ہوئی۔ آپ نے حضرت ابو بردہ بن نیارؓ کو تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک انصاریؓ نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لی ہے۔ چنانچہ حضور نے اس کو دوبارہ قربانی کا حکم دیا۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۵)

(۸) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنے ہاتھ مبارک سے اونٹوں کی قربانی دی اور اپنے ہاتھ سے وہ ذبح کیے۔ (نسائی ج ۲ ص ۱۷۹)

(۹) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پورے دس سال مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲ و مشکوۃ ص ۱۲۹) بلکہ فیلسوف اسلام علامہ ابن رشدؒ (المتوفی ۵۹۵ھ) لکھتے ہیں کہ

"آنحضرت ﷺ نے جیسا کہ آپ سے روایت کیا گیا ہے، کبھی قربانی ترک نہیں کی حتیٰ کہ سفر میں بھی آپ نے ترک نہیں کی جیسا کہ حضرت ثوبانؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے قربانی کی پھر فرمایا کہ اے ثوبانؓ اس قربانی کا گوشت ٹھیک کر کے پکاؤ۔ چنانچہ میں مدینہ طیبہ تک آپ کو کھلاتا آیا۔ (محصلہ)

(۱۰) حضرت علیؓ ہر سال دو جانور قربانی دیا کرتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک آنحضرت ﷺ کی طرف سے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ (مستدرک ۴ ص ۲۳۰)

(۱۱) آنحضرت ﷺ نے دو مینڈھے قربانی دیے اور فرمایا کہ ایک میری طرف سے اور ایک میری امت کے ان افراد کی طرف سے جنہوں نے توحید و رسالت کا اقرار کیا ہوگا لیکن قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے ہوں گے۔ (مستدرک ۴ ص ۲۲۸)

(۱۲) حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم فارس کے علاقہ میں دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے اور ہمارے جرنیل آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی تھے۔ چنانچہ ہمیں یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قربانی کے دن تو آگئے ہیں اور ہمیں سال بھر عمر کی بکریاں دستیاب نہیں ہو سکتیں تو حضرت مجاشع بن مسعودؓ نے فرمایا اگر بکریاں نہیں مل سکتیں تو کیا حرج ہے۔ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ کی قربانی بھی جائز ہے۔ سو اس کی قربانی کر لو (مستدرک ۴ ص ۲۲۶، نسائی ج ۲ ص ۱۸۰ و سنن الکبریٰ ۹ ص ۲۷۰)

(۱۳) حضرت ابو امام بن سہلؓ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کے جانوروں کو اچھی طرح پالا کرتے تھے۔ (بخاری ۲ ص ۸۳۳)

مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

بیت اللہ کی تعمیر کے مختلف مراحل

تاریخ کعبہ

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی اور اس کی تجدید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے ہوئی۔ اس کے بعد قبیلہ جرہم نے تعمیر کی۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سسرال کا خاندان ہے۔ پھر قوم عمالقہ کا ذکر ملتا ہے اور اس کے بعد قریش نے حضور علیہ السلام کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل بیت اللہ شریف کی تعمیر کی جب کہ اس کی چھت کمزور ہو چکی تھی۔ یہ وہی تعمیر ہے جس کے دوران حطیم کا حصہ خانہ کعبہ سے باہر نکالا گیا تھا جو آج بھی اسی حالت میں ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ پھر عبد الملک بن مروان کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے بیت اللہ کو گرا کر نئے سرے سے تعمیر کیا۔ اور پھر یہ آخری تعمیر ترکی عہد حکومت میں سلطان مراد کے زمانے میں ہوئی جو اب تک قائم ہے۔ البتہ موجودہ سعودی حکومت نے حرم شریف کی تعمیر میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ خانہ کعبہ کے گرداگرد ترکی عہد کے برامدوں کے پیچھے بڑے وسیع برآمدے اور چاروں طرف سات بلند اور خوبصورت مینار تعمیر کیے ہیں۔ اب صفا و مروہ کا پورا حصہ ساتھ شامل ہو چکا ہے۔ اس دو منزلہ عمارت کا فرش سنگ مرمر کا ہے جس پر دبیز قالین بچھائے گئے ہیں۔ آب زم زم کی فراہمی کے لیے جدید نظام قائم کیا ہے۔ حرم پاک میں روشنی کے لیے ٹیوب لائٹس اور فانوس روشن ہیں۔ برقی پنکھے ہمہ وقت چلتے رہتے ہیں اور لاؤڈ اسپیکر کا مربوط نظام قائم ہے۔

اہل کتاب نے اس مقدس مقام کی فضیلت کو کم کرنے کی غرض سے اپنی ہی کتابوں میں تحریف کی ہے۔ زبور میں موجود ہے کہ خدا کے مقدس بندے وادی بکہ میں گزریں گے۔ وہاں پر پانی کے چشمے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اور چشمہ سے مراد آب زم زم ہے مگر انہوں نے بکہ' کو بکا بنا دیا اور کہا کہ یہ وادی مکہ کا نہیں بلکہ وادی بکا کا ذکر ہے اور عربی زبان میں بکا سے مراد رونا ہے۔ اسی طرح ان کی کتابوں میں مروہ کا ذکر بھی ملتا ہے کہ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دی۔ مروہ سے مراد تو وہی صفا اور مروہ پہاڑیاں ہیں مگر انہوں نے اس لفظ کو بگاڑ کر موریا بنا دیا۔ یہ بھی ان کی تحریف کا ایک شاہکار ہے۔

مقام ابراہیم

فرمایا بیت اللہ شریف وہ مقدس مقام ہے فیہ ایت بینت ”جس میں واضح نشانیاں ہیں۔“ منجملہ ان کے مقام ابراھیم مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم کا ایک معنی تو یہ ہے کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد اسماعیل علیہ السلام کے لیے اقامت گاہ بنایا جیسا کہ سورۃ ابراہیم میں موجود ہے ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ”اے ہمارے پروردگار! میں اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس بے آب و گیاہ زمین میں آباد کرتا ہوں تاکہ وہ نماز قائم کریں، تیری عبادت کریں اور دنیا کے دل وہاں کھنچے ہوئے آئیں اور انہیں پھلوں سے روزی عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف ”اللہ نے انہیں بھوک سے نجات دی اور خوف سے امان بخشی۔“ تو اس لحاظ سے اس میں بڑی واضح نشانیاں ہیں۔

عام مشہور یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تھا۔ خانہ کعبہ کی دیواریں جوں جوں اونچی ہوتی جاتی تھیں پتھر بھی خود بخود اوپر کو اٹھتا تھا۔ اور آپ اس پر کھڑے کھڑے تعمیر کا کام کرتے تھے۔ اس تخت پتھر پر اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان بھی نقش کر دیا، جس کا مشاہدہ دنیا بھر کے لوگ آج تک کر رہے ہیں۔ پہلے یہ پتھر ایک دوسری عمارت میں بند کر کے رکھا گیا تھا موجودہ حکومت نے اس کو شیشہ میں بند کر کے باب رحمت کے سامنے مطاف میں رکھ دیا ہے۔ یہ دیکھنے والوں کو بخوبی نظر آتا ہے۔ سعودی حکومت نے شیشہ کا یہ خول ۳۵ لاکھ ریال میں امریکہ سے خصوصی طور پر تیار کروایا تھا۔ بیک وقت دو خول بنائے گئے تھے تاکہ ایک ٹوٹ جائے تو دوسرا وہاں رکھ دیا جائے۔ یہ خاص قسم کا شیشہ ہے جو موسمی اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ بہرحال مقام ابراہیم اللہ کی واضح نشانیوں میں سے ہے۔